غیر اصلی خطوط

آصف حمید

ABSTRACT:

Some collections explore scholarly, religious and critical articles, short stories, satirical writings, philosophical themes even journalistic reports in the apparent form of letters. Such collections though disappoint the reader, really desirous to read pure letters yet the interesting knowledge which is imbued in them, is no less valuable.

اردو میں پہلا دستیاب خط فقیرہ بیگم کا ہے۔ جو انھوں نے میرزا ظہیر الدین علی بخت اظفری دہلوی کو 1803ء میں لکھا۔ اس خط، کی آخری سطور فارسی میں ہیں(۱)۔ ''دہلی کالج اساتذہ اور طلباء کے مکاتیب بنام الوئس اشپرینگر'' ایسا مجموعہ خطوط ہے(۲) جس میں 1846ء سے 1856ء تک کے عرصے میں لکھے گئے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کی اشاعت اکیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوئی۔ پھر اس میں شامل خطوط بھی نجی جذبات و احوال سے عاری ہیں۔ غالب نے 1947ء میں خطوط لکھنے کے لیے قلم سنبھالا (۳) تو اردو نثر کو مضبوط سہارا ملا۔ جس سے خطوط میں فکری اور اسلوبیاتی سطح پر انقلاب آیا۔ جس سے عوام اور زبان کو زیادہ فائدہ اُس وقت ہوا جب ان کے مجموعہ ہائے خطوط منظر عام پر آئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے غالب کے خطوط کے میدان میں قدم رکھنے کے فوراً بعد خطوط نویسی کے اصولوں اور نمونوں پر مشتمل کتب شائع ہوئیں۔ جن میں انشائے خلیفہ (54-1853) انشائے خرد افروز (1854) انشائے اُردو (1863) مفتاح النعیم (1864) آداب الانشاء (1874) قابل ذکر ہیں(۴)۔

منشی سیّد احمد دہلوی مؤلف ''فرہنگ آصفیہ'' نے بھی اسی زمانے میں جب غالب کے خطوط کا پہلا مجموعہ منظر عام پر آچکا تھا، یکے بعد دیگرے اُردو مکاتیب کے دو مجموعے ''انشاے ہادی النسا'' اور ''تحریر النسا'' لکھے۔ انشاے ہادی النسا'' میں عورتوں کی طرف سے عورتوں کے نام جبکہ ''تحریر النسا'' میں عورتوں کی طرف سے مردوں کے نام خطوط تھے۔ بعدازاں ''تحریر النسا'' کو ''انشاے ہادی النسا'' میں مدغم کر دیا گیا اور چوتھے ایڈیشن سے کتاب ''ہادی

النسا'' کے نام سے چھپنے لگی۔(۵)

واضح رہے کہ ''ہادی النسا'' کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۵ء میں منصۂ شہود پر آیا تھا۔ اس کتاب میں شامل تمام خطوط فرضی ہیں جو منشی سیّد احمد دہلوی نے دلکش اسلوب میں لکھے ہیں۔ ان کی زبان اتنی آسان، صاف اور رواں ہے کہ آج کا قاری بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ گویا غالب کی طرح ان خطوط کے مصنف نے بھی جدید انداز بیان کو اپنایا۔ ان خطوط کو لکھنے کی ترغیب ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن نے دی تھی جو ان دنوں منشی سیّد احمد دہلوی سے اپنی ڈکشنری ''اے نیو ہندوستانی ڈکشنری'' کے کام میں کافی مدد لے رہے تھے۔ ڈاکٹر فیلن اس کتاب سے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں 'مراۃ العروس' سے بھی کہیں زیادہ عورتوں کے محاورے پائے جاتے ہیں'' (۶)

ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ خطوط فرضی اور غیر اصلی ہیں جو فقط نمونے کا کام دیتے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے قیامِ پاکستان تک کے عرصے میں اُردو مکتوب نگاری نے کئی ارتقائی مدارج طے کیے۔ اس دور میں اُردو مکتوب نگاری میں جہاں اسلوبیاتی سطح پر تنوع نظر آتا ہے وہاں موضوعاتی سطح پر بھی تبدیلی آئی۔ اور ایسے اسالیب اور موضوعات سامنے آئے، جن پر اس سے قبل اُردو میں قلم آزمائی نہ ہوئی تھی۔ اس عرصے میں جہاں ایک طرف مکمل سیاسی خطوط قلمبند ہوئے (۷)، وہاں صفیہ اختر کی صورت میں ایسی مکتوب نگار بھی پیدا ہوئیں (۸)۔ جنھوں نے بیگماتِ واجد علی شاہ (۹) کے بعد پہلی بار نسوانی احساسات کو اپنے خاوند تک دل کھول کر پہنچایا۔ اور آنے والے زمانے کی خواتین مکتوب نگاروں کو نیا راستہ دکھایا۔ لیکن 1913ء سے 1917ء تک کے درمیانی عرصے میں نیاز فتح پوری نے اپنے رنگین مزاج دوست اور ''نقاد۔ آگرہ'' کے ایڈیٹر شاہ نظام الدین دلگیر کو قمر زمانی بیگم بن کر اپنے بائیں ہاتھ سے ایسے عاشقانہ خط لکھے اور دلگیر کو اتنا للچایا کہ اُن سے ملاقات پر تُل گئے (۱۰) اسی طرح اختر شیرانی اور سلمیٰ کے خطوط میں بھی عشق و محبت کا رنگ گہرا ہے۔ ان خطوط میں اختر شیرانی نے اپنا نام کوکب استعمال کیا ہے جبکہ سلمیٰ بھی فرضی نام ہے (۱۱) پھر ایسے خطوط بھی لکھے گئے، جو غیر اصلی تھے۔ ان میں ابوالکلام آزاد کے ''غبارِ خاطر'' کے خطوط شامل ہیں، جو خطوط کا روپ دھارے دراصل مضامین ہیں۔ خطوں کے نام پر اسی زمانے میں افسانے بھی تحریر ہوئے۔ جن کا اولین نقش قاضی عبدالغفار کے ''لیلیٰ کے خطوط'' ہیں۔ یہاں واضح رہے کہ غیر اصلی خطوط سے مراد وہ تحریریں ہیں جو موضوعاتی اور فکری اعتبار سے حقیقی خطوط نگاری کے دائرے میں نہیں آسکتیں۔

قیام پاکستان کے بعد بھی اردو میں خطوں کے کئی ایسے مجموعے شائع ہوئے، جو حقیقی مکتوب نگاری کے زمرے میں نہیں آتے۔ ایسے مجموعوں میں مکاتیب کے پردے میں مذہبی و تنقیدی مضامین، افسانے، طنزیہ تحریریں، فلسفیانہ باتیں، حتیٰ کہ صحافتی رپورٹیں تک پیش کی گئی ہیں۔

''سلیم کے نام خطوط'' تین جلدوں پر مشتمل بظاہر غلام احمد پرویز کے خطوں کا مجموعہ ہے'' (۱۲)۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تینوں جلدوں میں دراصل خطوط کے پسِ پردہ مختلف موضوعات پر مذہبی مقالہ جات ہیں۔ جن کا بنیادی مقصد پڑھے لکھے نوجوانوں کے ذہنوں کو متاثر کرنا ہے۔

> ''پردیسی کے خطوط'' میں مجنوں گورکھپوری نے تنقید لکھنے کے لئے خطوط کا انداز اپنایا، اور ہر خط میں کسی نئی شخصیت کو موضوع بنایا۔انھوں نے اس نوعیت کے مضامین لکھنے کا آغاز ۱۹۴۷ء میں کر دیا تھا۔(۱۳)

''جھوٹے روپ کے درشن'' (۱۴) میں راجہ انور نے خطوں کے پیرائے میں معاشرتی تضادات پر واویلا مچاتے ہوئے، اپنے فلسفیانہ افکار پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۶۹ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی تھی، لیکن اس کی مقبولیت میں اب تک کمی نہیں آئی۔

''صحرانورد کا نیا خط'' (۱۵) دراصل ''صحرانورد کے خطوط'' اور ''صحرانورد کے رومان'' کا تسلسل ہے۔اس انیس عنوانات پر مشتمل داستانوی افسانے کا آغاز صحرانورد کی طرف سے دوست کے نام لکھے گئے ایک خط سے ہوتا ہے۔ میرزا ادیب کا یہ داستانوی افسانہ ۱۹۷۰ء میں منظرِ عام پر آیا۔

''لب ہیں خاموش'' میں محمود رضوی نے فرضی محبوباؤں کے نام خطوط لکھے ہیں (۱۶)۔اس مجموعے میں شامل خطوط رومانی یادوں کے سہارے آگے بڑھتے ہیں جو دراصل محبوبوں کی بے وفائی کا نوحہ ہیں۔خطوط نگاری کی تاریخ میں اس مجموعے کی فقط یہی اہمیت ہے کہ محمود رضوی کے رنگین اسلوب کے عکاس ہیں۔

''مکاتیب خضر'' محمد خالد اختر کے خطوط کا مجموعہ ہے، جسے محمد کاظم نے دسمبر ۱۹۸۸ء میں مرتب کیا (۱۷)۔اس مجموعے میں شامل خطوط بذریعہ ڈاک مکتوب الیہم کو بھیجے نہیں گئے بلکہ ادبی پرچوں میں شائع کرنے کی غرض سے لکھے گئے۔ان میں کچھ خطوط فوت شدگان کے نام بھی ہیں مثلاً نپولین بونا پارٹ، محمد شاہ رنگیلا اور محمد حسین آزاد کو لکھے گئے خطوں میں ان کی غلطیوں پر بھرپور طنزیہ حملے ہیں۔یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مکتوب نگار نے اس مجموعے میں اصل نام کے بجائے خضر کے نام سے خط لکھے ہیں۔مجموعی طور پر اس مجموعے میں شامل خطوط کی حیثیت تاثراتی مضامین کی ہے۔ان مکتوب نما مضامین کو لکھتے ہوئے وہ ایک خاص طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ابتدا میں ہر مکتوب الیہ کی تعریفوں کے پل باندھ کر اس کے قد کاٹھ میں خوب اضافہ کرتے ہیں۔پھر کسی ماہر جادوگر کی طرح پینترا بدل کر جب اس کی خامیوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں کے پہاڑ کھڑے کرنے لگتے ہیں تو قاری کو مکتوب الیہ کی عزت خاک میں ملتی محسوس ہوتی ہے۔

''شرمیلے خطوط'' اصل میں سید انیس کے افسانوں کا مجموعہ ہے (۱۸)۔چونکہ اس میں شرمیلے خطوط کے زیر عنوان ایک افسانہ بھی شامل ہے اس لیے یہی افسانہ مجموعے کے عنوان کی بنیاد بنا۔ بہرحال خطوط پڑھنے کے خواہش مند قارئین کو یہ مجموعہ کھول کر سخت مایوسی ہوتی ہے۔

''اپنی بیٹی کے نام خطوط کا مجموعہ'' ایف۔ایم۔فیضی کا تحریر کردہ ہے، جس پر پبلشر کے نام پرنٹ نہیں۔البتہ علمی بک ہاؤس کی مہر بطور پبلشر ثبت ہے۔یہ مجموعہ ۱۹۹۸ء میں منظرِ عام پر آیا۔اس مجموعے میں شامل خطوط کو باقاعدہ عنوانات دیے گئے ہیں، جن میں چند ایک یہ ہیں:۔انسانی زندگی کا مقصد اور اس کے حصول کا ذریعہ، مستقل اقدار، مسلمان کیسے بنتا ہے، دین اور مذہب میں فرق اور دین میں وطن کی حیثیت، ہمارے لیڈر کیسے ہونے چاہئیں

،اسلام میں عورت کا مقام،عورت اور مرد کی ازدواجی زندگی،معاشرت کے آداب ،فرقہ بندی ،انسان کے بنیادی حقوق اورقرآن کا معاشی نظام ۔ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مکتوب نما مضامین اسلامی تعلیمات عام کرنے کی ایک کڑی ہیں

''بری عورت کے خطوط نازائیدہ بیٹی کے نام''کشور ناہید کی تخلیق ہے(۱۹)۔اس مجموعے میں مصنفہ نے مختلف عنوانات کے تحت اپنی نہ پیدا ہونے والی بیٹی کو معاشرے کی حقیقی تصویر دکھانے کی کوشش کی ہے،مگر در پردہ باطن میں چھپی فکر کو نئے آہنگ کے ساتھ پیش کیا ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں اور لوگوں کی سوچ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے،جنھوں نے بیٹیوں ہی نہیں بلکہ ماؤں کا جینا بھی دشوار تر کر دیا ہے۔

''ابنِ بطوطہ کے خطوط''بظاہر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے خطوں کا مجموعہ ہے(۲۰) ۔لیکن حقیقت میں یہ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کا سفر نامہ ہے ۔جو اخبار میں پہلے پہل کالم کی شکل میں شائع ہوتا رہا ،مگر کتابی صورت میں ترتیب دیتے ہوئے اس سفر نامے کو خطوط کے رنگ میں ڈھال دیا گیا ۔اس میں ہالینڈ ،جرمنی ،فرانس ،برطانیہ ،امریکہ اور ترکی کے سفر کا احوال ہے۔

''......سے ایک خط''محمود شام کی تحریروں کا مجموعہ ہے(۲۱)۔اس مجموعے میں شامل تحریروں پر صرف مقام اور تاریخِ روانگی لکھ کر انھیں خط کے قریب تر کیا گیا ہے،وگرنہ آغاز میں مکتوب الیہ کا نام ہے نہ آخر میں مکتوب نویس کا ذکر۔یہ اصل میں ایسی صحافتی رپورٹیں ہیں،جو محمود شام کی یادداشتوں ،تاثرات اور دلکش منظر نامے سے مزین ہونے کے باوجود حقیقی معنوں میں خطوط کی ذیل میں نہیں آتیں۔

''یادوں کی بستی''محمد ایاز راہی کے خطوط نما مضامین کا مجموعہ ہے (۲۲)۔اس کتاب میں مصنف نے اپنی نجی زندگی کے متعدد گوشے وا کرنے کے ساتھ متفرق موضوعات پر وافر معلومات فراہم کی ہیں۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی خطوں میں تو مکتوب نگار کے علاوہ اہم ترین کردار مکتوب الیہ کا ،اس لیے ہوتا ہے کہ جہاں وہ کسی خاص موضوع کو سننے کا اہل ہوتا ہے، وہاں تشنہ باتوں سے متعلق مزید سوالات اٹھا کر مکتوب نگار کو اسی موضوع میں پابند رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔لیکن غیر اصلی خطوط میں تمام تر کریڈٹ مکتوب نگار کے کھاتے میں اس لیے جاتا ہے کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی موضوع کو خطوط کے سانچے میں ڈھالتا ہے ۔اس سے اس کا مقصد تحریر کو جہاں روایتی ڈگر سے ہٹ کر پیش کرنا ہوتا ہے، وہیں وہ اپنے بہت سے پیچیدہ اور ادق خیالات و نظریات کو گفتگو کے انداز میں پیش کرنے کا بہانہ بھی تلاش کر لیتا ہے۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر مختار الدین احمد ''اردو کا ایک قدیم رقعہ'' مشمولہ، صحیفہ۔ لاہور: شمارہ (اپریل۔ جون ۱۹۸۴ء)

(۲) محمد اکرام چغتائی۔ مرتب: قدیم دہلی کالج اساتذہ اور طلبا کے مکاتیب بنام الوئس اشپرینگر۔ لاہور: دی ٹروتھ سوسائٹی، (ستمبر ۲۰۱۲ء)

(۳) ڈاکٹر خلیق انجم۔ مرتب؛ غالب کے خطوط۔ جلد اول۔ کراچی؛ انجمن ترقی اردو پاکستان، (۲۰۰۸ء)

(۴) سید یوسف بخاری۔ مرتب؛ ہادی النسا۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، (۱۹۷۳ء ص ۱، ۲)

(۵) ایضاً ص ۷

(۶) ایضاً

(۷) ڈاکٹر محمد میاں صدیقی۔ مرتب؛ سیاسی مکتوبات علامہ شبیر احمد عثمانی۔ لاہور: المصباح، (۲۰۰۹ء)

(۸) صفیہ کے خطوط۔ لاہور: ترتیب پبلشرز (س ن)

(۹) مفتی انتظام اللہ شہابی۔ مرتب؛ بیگماتِ اودھ کے خطوط۔ دہلی: مکتبۂ ادب (س ن)

(۱۰) ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ مرتب؛ نصف الملاقات مشاہیر کے خطوط مع سوانحی کوائف۔ لاہور: بیکن بکس۔ (۲۰۰۵ء، ص ۱۹۱۔ ۱۹۳)

(۱۱) خادم حسین بٹالوی۔ مرتب؛ اختر و سلمیٰ کے خطوط۔ لاہور: آئینۂ ادب (۱۹۸۶ء)

(۱۲) غلام احمد پرویز۔ سلیم کے خطوط۔ جلد اول۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، (۱۹۵۳ء)

............ایضاً............۔جلد دوم۔............ایضاً............،(۱۹۵۹ء)

............ایضاً............۔جلد سوم۔............ایضاً............،(۱۹۶۰ء)

(۱۳) مجنوں گورکھپوری۔ پردیسی کے خطوط۔ نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، (۱۹۶۶ء)

(۱۴) انور، راجہ۔ جھوٹے روپ کے درشن۔ لاہور: کلاسیک پبلشرز، (۲۰۰۹ء)

(۱۵) ادیب، میرزا۔ صحرانورد کا نیا خط۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، (۱۹۹۱ء)

(۱۶) محمود رضوی۔ لب ہیں خاموش۔ لاہور: آئینۂ ادب، (۱۹۷۸ء)

(۱۷) خالد اختر، محمد۔ مکاتیبِ خضر۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، (۲۰۰۹ء)

(۱۸) سیّد انیس۔ شرمیلے خطوط۔ لاہور: گڈ بکس، (اپریل ۱۹۹۶ء)

(۱۹) کشور ناہید۔ بُری عورت کے خطوط نازائیدہ بیٹی کے نام۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، (۲۰۰۳ء)

(۲۰) ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر۔ ابنِ بطوطہ کے خطوط۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، (۲۰۰۸ء)

(۲۱) محمود شام۔......سے ایک خط۔ کراچی: ویلکم بک پورٹ، (۲۰۱۰ء)

(۲۲) محمد ایاز راہی۔ یادوں کی بستی۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، (۲۰۱۳ء)